International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com/
E-mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

An Analytical Study of the Islamic System of Education and Training in the light of Tafsīr al-Kabīr

Sajjad Hussain,
Lecturer,
Department of Islamic Studies,
Barani Institute of Management Sciences,
Rawalpindi, Pakistan
Email: phdicp@gmail.com

To cite this article: Hussain, Sajjad "An Analytical Study of the Islamic System of Education and Training in the light of Tafsīr al-Kabīr" International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 2, Issue No. 1 (July 1, 2020) Pages (58–69)

Journal International Research Journal on Islamic Studies
Vol. No. 2 || July - December 2020 || P. 58-69
Publisher Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL: https://www.islamicjournals.com/an-analytical-study-of-the-islamic-system-of-education-and-training-2-1-4/
Journal homepage www.islamicjournals.com
Published online: 01 July 2020

ABSTRACT:

The main purpose of education and interpretation is to enlighten mankind with high moral values. First Qur'ānic revelation indicates the comprehensive interpretation of the knowledge to study the universe. While Prophet (PBUH) declared that acquiring knowledge is essential for every Muslim (male and female). Imām al-Rāzī the most famous Muslim scholar of the sixth century was blessed with huge knowledge about languages, interpretation, Hadīth, and philosophy as well as scientific aspects. This research aims to study the opinions of Imām al-Rāzī about Islamic Educational system presented in his famous exegesis "Mafātīḥ al-Ghayb" which consists of thirty-two (32) volumes. Employing analytical Method, this paper focused on the study of Qur'ānic verses

related knowledge, education, and moral values what have been stated in the commentary of ImāmFakhruddīn al-Rāzī. It has been concluded that al-Rāzī provided the comprehensive and all-inclusive system for fundamental nourishment, training, and the methodology to acquire knowledge based upon firmament foundations having practical impacts. His way of action concerning education for our nation may provide solutions concerning various problems and issues in the current context. He wants to exercise the educational system based upon equality along with the ethical development of the nation within the domain of the Islamic philosophy of education and epistemological considerations.

Keywords: Al-Rāzī, Qur'ānic Commentary, Training, Islamic Epistemology.

1. تمہید:

تعلیم و تعلم کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مزین و آراستہ کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں پہلی وحی سے علم کا ایک وسیع ترنصاب متعین کیا گیا جس میں کائنات کے تمام علوم حاصل کرنے کا حکم دیا اور حدیث نبوی ﷺ کے ذریعے اس کی مزید تائید کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و زن) پر فرض ہے۔

امت مسلمہ میں عہد نبوی سے ہی مرد و زن حصول علم میں مگن ہو گئے اور تدوین و اشاعت علوم میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اس میں حصہ ڈالا جس سے علم کے آداب، اہمیت اور اصول و ضوابط طے پا گئے۔ ہر دور میں علم کے مناہج و اسالیب میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی۔ امام رازیؒ کا شمار چھٹی صدی ہجری کے ان جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے جو نہ صرف فقہی مسائل کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے بلکہ بیک وقت لغت، تفسیر و حدیث، فلسفہ و کلام کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ جس پر اُن کے معاصرین و متاخرین بیک زبان مدح سرا ہیں۔[1]

اسلامی تعلیمات کے مطابق عبادت کا دارومدار دین، معاشرہ اور کائنات تینوں امور کو شامل ہے۔ اس اعتبار سے عبادت علوم کے ایک لامتناہی سلسلے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ تربیت اسلامی کا منتہی مقصود اللہ تعالی کی اطاعت و محبت سے سرشار ایسا گروہ تیار کرنا ہے جو دوسروں کو بھی اسی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا ہنر جانتا ہو۔ ایسے گروہ کی تیاری علم نافع کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ علم نافع ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے رستے پر چلنے اور کائنات کے عجائبات میں غور و فکر کرنے پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ علم نافع ہی ہے جو انسان کی دنیوی اور اُخروی سعادتوں کا باعث بنتا ہے۔

تفسیر کبیر "مفاتیح الغیب" جو کہ مختلف علوم کی جامع ایک ذخیرہ کی مانند تفسیر کی کتاب ہے، کے مؤلف امام رازیؒ نے اسلامی تعلیم و تربیت کے اُصولوں: عقیدہ۔ ایمانیات، انسانی طبیعت و مزاج، علم و علماء کا مقام و مرتبہ اور اُن کی ذمہ داریاں، اسوہ حسنہ، حصول علم کے وسائل و ذرائع اور مناہج و اسالیب کے ساتھ ساتھ لازمی اخلاق و آداب کو آیات قرآنیہ کی تفاسیر میں سمو دیا۔ امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے ان امور کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد ہم جن نکات کو جمع کر پائے ان کو اس مقالہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

[1] : Ibn-e- Kathir , Abul Fida Emaduddin, Al-bidaya wal-Nihaya, Darul Fikr Beirut Lubnan ,31:55

2. امام رازیؒ، تعارف وحالات:

امام رازیؒ کا اصل نام محمد بن عمر بن الحسین جبکہ کنیت ابو عبد اللہ اور لقب الرازی اور ابن خطیب الری ہے۔ آپ قریش کی شاخ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور طبرستانی الاصل ہیں۔ عقائد میں امام اشعریؒ جبکہ فروع میں امام شافعیؒ کے پیروکار تھے۔[2]

رازی آپ کو علاقہ رئے کی نسبت کی وجہ سے کہا جاتا ہے جو آپ کا جنم بھومی ہے۔ کیونکہ آپ کا خاندان رئے میں آنے سے قبل طبرستان میں آباد تھا اس وجہ سے آپ کو طبرستانی الاصل کہا جاتا ہے۔[3] آپ کے والد ایک ثقہ عالم اور معتمد علمی شخصیت تھے لہذا آپ نے ابتدائی علوم اپنے والد سے ہی حاصل کیے بلکہ اُن کی وفات تک انہی کے حلقہ درس سے کسب فیض کیا۔[4] اس زمانے میں علاقہ رئے مختلف علوم وفنون اور تحریکوں اور ثقافتوں کا مرکز تھا جس وجہ سے طرح طرح کے آراء افکار وجود میں آتے رہتے تھے امام رازیؒ بھی اسی فضاء میں بستے تھے لہذا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔[5] امام رازیؒ نے علم الاُصول اپنے والدؒ سے حاصل کیا، فقہ کمال السمنانیؒ سے اور علم کلام اور حکمت المجد الجیلیؒ سے حاصل کیے۔ آپ امام الحرمینؒ، امام غزالیؒ اور ابو الحسینؒ البصری سے متاثر تھے ان کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا۔[6] امام رازیؒ خوبصورت شخصیت اور ہیئت کے مالک تھے بلند رعب دار آواز رکھتے تھے اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے۔ جو ایک بہترین استاذ کے لئے ضروری اوصاف واُمور ہیں۔

2.1. تصانیف وتالیفات:

امام رازیؒ نے اپنی عمر علم کی نشر واشاعت اور ترویج میں بسر کی دوسو کے لگ بھگ آپ کی عمدہ تصانیف ہیں جن میں سے سو سے زائد شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر کبیر "مفاتیح الغیب" سب سے زیادہ معروف ومشہور ہے۔ تمام علماء اس کتاب کی افادیت واہمیت سے متفق ہیں۔ ان کے اقوال کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تفسیر بہت وسیع مباحث، طرح طرح کے علوم، عجیب وغریب نکات، مذاہب فقہاء، گویا اگر اسے علوم کا موسوعہ یعنی انسائکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ امام رازیؒ کی وفات مخالفین کی طرف سے زہر دیے جانے کی وجہ سے ہوئی۔

اصل موضوع کے ساتھ علم کی اہمیت وافادیت اور اہل علم کی فضیلت وشرف کا گہرا تعلق ہے اور اسلام نے اس پہلو پر خصوصی توجہ دی اور حصول علم پر اکسانے اور حوصلہ افزائی کے لئے علم کی افادیت کو کھلے الفاظ میں بیان کیا اہلِ علم کا اعزاز واجر بیان کیا اس لئے ہم علم کی اہمیت سے اس علمی مقالہ کی ابتداء کرتے ہیں۔

3. علم کی اہمیت وفضیلت:

امام رازی لکھتے ہیں: "کہ علم کی قدر ومنزلت کی انتہا نہیں جبکہ متاع دنیا بہت قلیل ہے اس کی قدر ومنزلت بھی کم ہے اور مدت ومیعاد بھی۔ جبکہ علم لامحدود ہے اس کی مدت ختم نہیں ہوتی اور اس سے حاصل ہونے والی سعادتیں بھی اسی طرح لامحدود ہیں اس سے آپ کو علم کی فضیلت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے"۔[7]

---

[2]: Al-Sifdi , Slahuddin , Alwafi Bil-wafyat, Almatba Al-Hashmiayah demascus,1959, 4 :284
[3]: Al-Ulwani, Taha Jabir, Alimam Fakhruddin Alrazi wa Musanafatohu, Darussalam, Cairo 2010, 1:32
[4]: Ibn-e Khalikan, Abul Abbas Shamsuddin, Wafayatul Aayan, Maktaba Al-Nahda Almisriyah Cairo, 4:250
[5]: Al-Ulwani, Taha Jabir ,1:32
[6]: Al-Yafiee, Abu Muhammad Abdullah bin Asaad, Miratul Janan wa Ebratul Yaqzan, Darul- Kutub Alilmiyah Beirut 4:8
[7]: Al-Razi, Imam Abu Abdullah Muhammad bin Umar, Mafātīḥ al-Ghayb, Darul-kutub Alilmiyah Beirut, 2:400

آپ لکھتے ہیں فتح الموصلیؒ کا قول ہے کہ جب بیمار سے کھانا پینا اور دوا روک لی جائے تو وہ مر جائے گا اسی طرح دل کو اگر علم وفکر اور حکمت سے دور کر دیا جائے تو وہ بھی مر جائے گا"۔[8]

علم کی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"کہ اللہ تعالی نے علم کو بارش سے تشبیہ دی ہے جس کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں:

1۔ کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے اور علم بھی آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے۔

2۔ بارش کے پانی سے ہی زمین سیر اب اور قابل کاشت ہوتی ہے اسی طرح علم سے ہی اخلاق سنورتے ہیں۔

3۔ کھیتی اور نباتات بارش کے بغیر نہیں اگتے اسی طرح اطاعت وفرماں برداری علم کے بغیر ممکن نہیں۔

4۔ بارش کے ساتھ بجلی اور کڑک ہوتی ہے اسی طرح علم کے ساتھ وعد و وعید منسلک ہے۔

5۔ جیسے بارش نفع بخش بھی ہوتی ہے اور نقصان دہ بھی اسی طرح علم نفع بخش بھی ہو سکتا ہے اور نقصان دہ بھی۔[9]

امام صاحب نے جس خوبصورت انداز میں علم کی اہمیت بیان کی اس کی مثال ہمیں دیگر مفسرین کے ہاں کم ملتی ہے۔

امام رازیؒ کے نزدیک قرآن حکیم نے جہاں جہاں دو چیزوں کے فرق کی بات کی ہے یا فضیلت کا تذکرہ کیا ہے اُن سب کا تعلق بنیادی طور پر عالم اور جاہل کے فرق کی طرح ہے۔ علماء کے مقام و مرتبہ پر آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾[10] میں اولی الامر سے مراد صحیح ترین قول کے مطابق علماء ہیں کیونکہ بادشاہوں پر ان علماء کی اطاعت لازم ہے جبکہ اِس کے برعکس علماء پر نہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو مقامات پر واضح الفاظ میں علماء کا ذکر دوسرے مرتبہ میں کیا ہے۔(آل عمران:18)اور(آل عمران:17) جبکہ دو مقامات پر ان اہل علم کا ذکر پہلے مرتبہ میں کیا ہے(الرعد:43)اور(المجادلۃ:11)اس آیت میں چار اصناف کا ذکر کیا ہر ایک کو دوسرے پر ترجیح دی اور ان سب پر علماء کو ترجیح دی۔[11]

کسی بھی نظام کو اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں کیا جا سکتا جب تک اس سے منسلک افراد کی اہمیت اور مقام و مرتبہ عوام الناس کے دلوں میں بٹھانہ دیا جائے۔ امام رازیؒ تمام معلومات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "فوَجب اَن يكون العلماء افضل الناس" کہ یہ بات واجب ہے کہ اہل علم سب لوگوں سے افضل ہوں"۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے اہل علم کے پانچ مناقب بیان فرمائے ہیں: ایمان، توحید، بکاء، خشوع، اور خشیت۔ ایک استاد یا علم کے داعی کے لئے ان پانچ بنیادی اور لازمی اوصاف سے متصف ہونا لازم ہے تاکہ اس بنیاد پر اسے باقی اوصاف کا زیور بھی عطا کیا جائے"۔[12]

امام رازیؒ نے قرآنی آیات سے استدلال کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں مرفوع وغیر مرفوع احادیث نبویہ اور آثار ذکر کیے ہیں جن کا احاطہ نہ یہاں مقصود ہے اور نہ ہی ممکن۔ لیکن اُن سب کا خلاصہ و نچوڑ یہی ہے کہ علم اور علماء ہی دنیا کی زیب وزینت ہیں انہی کے دم سے انسانیت کے وجود کو دوام ہے۔[13]

---

8 :Mafātīḥ al-Ghayb 2:402
9 :Mafātīḥ al-Ghayb 2:402
10: Al-Quran, 4:59
11: Mafātīḥ al-Ghayb 2: 400
12: Mafātīḥ al-Ghayb 2:400
13:Mafātīḥ al-Ghayb 2:402

4. اسلامی نظام تعلیم کے عناصر :

تعلیمی عناصر میں مضمون کا چناؤ، تعلیم کے اہداف و مقاصد اور نصاب، اور منہج تعلیم شامل ہیں اس کے ساتھ طالب علم کی ذاتی صلاحیتوں کا بڑا عمل دخل ہے قرآن حکیم نے ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا ہے۔

5.1 مزاج و طبیعت کی تیزی و پاکیزگی:

امام رازیؒ کے نزدیک "فطرت انسانی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ غور و فکر سے قبل ہی صانع و مختار کی گواہی دیتی ہے "یہی چیز نظام تعلیم میں مقصود ہے کہ دلائل سے قبل ہی فطرت اتنی ہوشیار اور چوکنی ہو کہ علم کے منتہٰی مقصود تک پہنچادے "[14] امام رازیؒ ایک ایسے نصاب تعلیم کے قائل ہیں جو انتہائی سرعت کا حامل ہو اور فی الفور نتائج تک رسائی ممکن بنائے۔ تفسیر کبیر کے علاوہ بھی آپ کی تصانیف اسی فکر و فہم کا پتہ دیتی ہیں۔[15]

حواس ظاہرہ و حواس باطنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "علم کیونکہ خداوندی عطیہ ہے لہذا اس کے حصول میں نیت و طبیعت کی پاکیزگی و صفائی از حد ضروری ہے امام رازی فرماتے ہیں:"کہ جب روح حد درجہ صاف وشفاف اور بدن انتہائی پاکیزہ ہو گا تو یہ قوی جو علم کے حصول کے محرکات ہیں کمال درجہ کے ہوں گے کیونکہ یہ جاری و ساری انوار کی طرح ہیں جو روح سے بدن تک پہنچ رہے ہیں"۔[16]

5.2 استاذ کی شخصیت میں ٹھہراؤ اور دوام:

امام رازیؒ لکھتے ہیں "کہ ایک استاد سورج کی مانند ہوتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا جو اللہ اور اس کے رسول کے اوامر سے آگاہ ہوتا ہے"۔[17]

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ استاد کی طبیعت میں ٹھہراؤ ہونا چاہیے یہی اس کی خوبصورتی اور حسن ہے جیسے سورج پوری دنیا کو روشنی کے ساتھ ساتھ دیگر سہولتیں بھی فراہم کر رہا ہے ایسے ہی استاد کو بھی ہونا چاہیے۔ اور اپنی شخصیت کو داغدار نہیں ہونے دینا چاہیے۔ جیسے سورج اپنے مدار میں دوام کے ساتھ محو سفر رہتا ہے ایسے ہی استاد کو بھی اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت اور افادہ میں یکسوئی کے ساتھ مصروف رہنا چاہیے۔ آپ دوام عمل کے سلسلے میں لکھتے ہیں:"کہ وہی عمل فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جس میں مواظبت و دوام ہو[18]

5.3 نصاب تعلیم کی یکسانیت:

امام رازیؒ نے علم کی جہات اور نصاب تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف انبیائے کرام کی تعلیمی مہارتوں کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ کہ ان انبیاء کو مختلف علوم میں دسترس حاصل تھی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو ہر طرح کے علوم سے نوازا کیونکہ فرمان باری ہے۔ ﴿ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴾[19]

---

[14]:Mafātīḥ al-Ghayb 19:91
[15]:Al-arebi , Dr. Muhammad, Almuntalaqat al-fikriyah, Beirut,1996, 5
[16] :Mafātīḥ al-Ghayb 8:200
[17] :Mafātīḥ al-Ghayb 2:402
[18] :Mafātīḥ al-Ghayb 26:429
[19] :Al-Quran, 2:13

حضرت خضر علیہ السلام کو فہم و فراست اور علم لدنی عطا کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر اور اُمور ریاست وسیاست کے علم سے حظ وافر عطا کیا، سیدنا داؤد علیہ السلام کو مکینیکل انجینیئرنگ کا علم عطا کیا جس سے وہ جنگی ساز وسامان تیار کرنے میں مصروف عمل رہتے کیونکہ اللہ نے آپ کو اسلحہ سازی کا فن عطا کیا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو علوم حیوانات یعنی منطق الطیر سکھائے۔جس سے آپ نہ صرف ان کی بولیاں سمجھتے تھے بلکہ ان کے معاملات کا بھی اختیار رکھتے تھے جیسا کہ چیونٹی اور ہُدہُد کے قصے سے واضح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مریضوں کو شفایاب کرنے اور علاج معالجہ کا علم عطا کیا، اور سیدنا محمد ﷺ کو بھی تمام علوم عطا کیے (وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ) "[20]

امام رازیؒ کی اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کا نصاب تعلیم ہمہ جہتی ہونا چاہیے اور نظام تعلیم میں علم کی کسی بھی شاخ کو شجر ممنوعہ قرار نہیں دیا جانا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو ماضی کی طرح علم کے ہر میدان میں اپنی ذمہ داری نبھانی چاہیے۔

امام رازیؒ نے علم کو صرف نور الٰہی سے ہی وابسطہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:" علماء کی تین قسمیں ہیں: عالم باللہ، عالم بامر اللہ، اور عالم باللہ وبامر اللہ۔ ان تین کے علاوہ کسی قسم کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں علم اور تعلیم کا نصاب فقط نصاب قرآنی اور وحی ربانی ہی ہے۔ جو بذریعہ وحی مقرر کیا گیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کیونکہ وحی میں تمام بنی نوع انسان کو یکسانیت کے ساتھ احکام کی تعلیم دی گئی ہے اور انہیں ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا پابند بنایا گیا ہے یہ نصوص نصاب تعلیم کی یکسانیت کا تقاضا کرتی ہیں۔

5. مناہج تعلیم:

جدید وقدیم میں علم کے حصول کے لیے دو بنیادی منہج اپنائے گئے۔ صحبت استاذ اور رحلت یا سفر۔ امام رازی کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے منہج کے مطابق آپ نے اپنے والد کا دامن تادم وفات نہیں چھوڑا اور خوب اکتساب فیض کیا اس کے ساتھ ساتھ کمال السمنانیؒ سے بھی کلام و حکمت کے حصول و تکمیل تک ان کے دامن سے وابسطہ رہے۔ کیونکہ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ استاذ کے دامن سے وابستگی ہی کسب علم کا مکمل وجامع ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یہی طریقہ رائج رہا جس کی کئی عمدہ مثالیں نبوی عہد میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ طالب علم استاذ کی صحبت سے بہت کچھ سیکھتا ہے اور حصول علم کے جو اہداف استاذ کی موجودگی میں حاصل کیے جاسکتے ہیں وہ اس کی عدم موجودگی میں نہیں ہوسکتے۔ دوسرے طریقے یعنی رحلت وسفر کے ذریعے حصول علم تو اس کو بھی امام رازیؒ نے اختیار کیا کمال السمنانیؒ اور المجد الجیلیؒ سے کسب فیض کے لئے اپنے وطن رئے کو خیر آباد کہا اور ان اصحاب علم کی صحبت اختیار کرنے کے لئے سفر کی مشقت برداشت کی بلکہ اس کے بعد بھی اشاعت علم کے میدان میں بارہا سفر کیے۔[21]

امام رازی ایک کامل استاذ اور مُشفق مربی تھے اس وجہ سے ہر طرف سے طلبہ نے آپ کے ادارے کا رُخ کیا۔ آپ شرعی علوم، علم کلام، فلسفہ، لغت (عربی وفارسی زبان) اور سائنسی علوم جن میں علم ریاضی، جغرافیہ، فلکیات اور طبّ سرفہرست ہیں سبھی میں دسترس رکھتے تھے۔ [22]

[20] :Mafātīḥ al-Ghayb 2:404, Al-Quran ,4:113
[21] : Alwafi Bilwafyat 4:246
[22]: Ibn-e – Abi Asibah , 462

6. اخلاقیات کالحاظ و تعلیم:

امام رازی نے موجودات میں سے انسان کے مرتبے کو جانچنے کی کوشش کی ہے کہ معرفت کے کیا چیز اس کے لائق ہے اور کیا نہیں؟ اس مرتبہ کی خصوصیات میں ہے جو کہ صرف انسان میں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اخلاق کی دیگر کتب میں بھی درج ہے وہ تین قوائے نفسانیہ ہیں سب سے عظیم قوت نطقیہ دماغیہ ہے، اور درمیانی قوت غضبیہ قلبیہ اور تیسری قوت شہوانیہ کبدیہ ہے انہی تینوں پر تمام اخلاقی صفات کا دارومدار ہے لہذا امام رازیؒ کہتے ہیں کہ انسانوں میں سے افضل ترین گروہ وہ ہے جن پر علوم عقلیہ حقیقیہ ظاہر ہوتے ہیں اور عمدہ اخلاق سے بہرہ ور ہوتے ہیں"[23]

7. مراتب انسان:

"استاذ ہو یا طالب علم مافی الضمیر کا اظہار کرنے میں لوگوں کے مختلف مراتب ہیں"[24] ایک اور جگہ علم و معرفت کے اعتبار سے لوگوں کی تقسیم کرتے ہوئے یُوں رقمطراز ہیں:"کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں: مدرک اور غیر مدرک۔ پھر مدرک میں سے بھی کچھ وہ ہیں جو جزئی اور کلی ادراک رکھتے ہیں۔ جیسے آدمی۔ اور کچھ وہ جو جزئی کا ادراک رکھتے ہیں۔ جیسے چوپائے۔[25] لہذا ہم جب تعلیم و تعلم کی بات کریں گے تو ان مراتب کو پیش نظر رکھیں گے کیونکہ جو بات جس مرتبہ کے مناسب ہو گی وہی اُس تک پہنچنی چاہیے بصورت دیگر استاذ و شاگرد دونوں کے لئے مشکلات جنم لیں گی۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ عملی اعتبار سے بھی نفوس بشریہ تین قسم کے ہیں:

علوم کثیرہ اور اخلاق فاضلہ سے متصف نفوس، علوم اور اخلاق سے عاری نفوس، رذیل اخلاق اور جہالت سے متصف نفوس جس کی نمائندگی دنیوی مادیت کی محبت کرتی ہے۔ اس سے ہمیں نہ صرف مراتب نفوس سمجھنے میں مدد ملی بلکہ امام رازی کی اس فکر کا بھی پتہ چلا کہ علم کا اخلاق کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اگر علم ہو گا تو اخلاق سنوریں گے اور جب علم نہیں ہو گا تو اخلاق سنورنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔[26]

امام رازی کے نزدیک روح کا بھی حصول علم میں گہرا کردار ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ روحوں میں کچھ طاہر و پاکیزہ اور کچھ غلیظ و آلودہ ارواح ہوتی ہیں۔ پاکیزہ روح علوم و معارف اور عمدہ اخلاق کو جلدی قبول کرنے اور ان سے متزین ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ غلیظ و آلودہ روح معرفت و عمدہ اخلاق کے لائق نہیں ہوتی یا اس کی قبولیت میں بنجر و بیابان زمین کی طرح سست ہوتی ہے۔ استاذ کا کام کیونکہ روحوں اور نفوس کو سنوارنا ہے لہذا اس کو یہ امر پیشنظر رکھنا چاہیے کہ پاکیزہ نفوس کو بدلنا آسان اور اُن کی اصلاح ممکن ہے جبکہ غلیظ و آلودہ نفوس اپنی حالت بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں جس وجہ سے انہیں سنوارنا مشکل اور گاہے ناممکن ہوتا ہے"۔[27]

---

[23] :Al-Razi Fakhruddin Muhammad bin Umar,Almatalab Alaliyah ,Darul kitab Alarabi Beirut 7: 150
[24] :Mafātīḥ al-Ghayb ، 26:187
[25] :Mafātīḥ al-Ghayb ، 25:188
[26] : Al-Razi Fakhruddin Muhammad bin Umar Al-Mabahith Al-Mashraqiyah, Majlis Daeratul-Maarif, Haidarabad Dakan ,1:514
[27] :Mafātīḥ al-Ghayb 14:144-145

یہاں طلبہ ہی نہیں بلکہ اساتذہ کو بھی یہ منہج دیا کہ جسم ہی نہیں اس کے ساتھ ساتھ روح تربیت و تعلیم کا مرکز ہونی چاہیے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ ہر لمحہ طلبہ کو چشمہ صافی قرآن حکیم کے علوم و معارف سے فائدہ پہنچاتے رہیں جو ان کی اخلاقی تربیت کو لازماً ممکن و آسان بنائے گا۔

8. علم میں پختگی ورسوخ:

امام رازیؒ رسوخ فی العلم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "الرسوخ کالغوی معنٰی الثبوت فی الشیئ" ہے۔ یعنی کسی چیز میں پختگی لانے کانام رسوخ ہے اور رسوخ فی العلم کا مطلب ہے علم میں ثقاہت و پختگی لانا۔ اور راسخ فی العلم وہ شخص ہو تا ہے جو یقینی اور قطعی دلائل سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو پہچانتا ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ علوم قرآنیہ سے صرف کامل عقل والے ہی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔[28]

مفسر کے لئے ضروری علوم کے تحت لکھتے ہیں کہ "مفسرِ قرآن جب ان صفات سے متصف ہو گا تو اس کا درجہ عظیم ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف کی ہے۔ اور جب وہ علم الاُصول، لغت اور نحو وغیرہ جیسے علوم میں تبحر اور رسوخ کے بغیر گفتگو کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے حد درجہ دور ہو جائے گا"[29] اس سے معلوم ہوا کہ امام رازیؒ عالم و محقق اور تعلیم کی نشر و اشاعت میں مصروف اساتذہ و معلمین کے لئے رسوخ فی العلم کو لازم قرار دیتے ہیں۔ اور علم میں ناپختگی کو پیغام الٰہی اور منہج ربانی سے دوری گردانتے ہیں۔

9. تکرار قول وفعل :

امام رازی لکھتے ہیں کہ " انسان جس طریقے پر بھی تعلیم و تربیت میں مگن ہو قول کے ذریعے یا فعل کے۔ ہر دو صورتوں میں تکرار روح اور فکر پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اور سیکھنے کے عمل کو آسان بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔[30]

اس عمل کو ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ آپ ایک بات کو اپنے شاگردوں کے سامنے تین تین مرتبہ دوہراتے تھے۔ اور عملی صورتوں کو تو مواظبت اور ہیشگی سے ادا کیا تا کہ آپ ﷺ کے شاگرد اُن عادات و تعلیمات کے خوگر بن جائیں۔

10. حصول علم کے وسائل وطرق:

امام رازیؒ کے نزدیک مفید علم کے مختلف وسائل و طرق ہیں آپ کے نزدیک علم کی دو قسمیں ہیں:

علم بدیہی اور علم کسبی یا نظری۔ کسی بھی ایسے طریقے سے حاصل ہونے والا علم جو فکر کے تابع ہو علم بدیہی ہے اور جو علم کوشش و کسب سے حاصل ہوں، وہ کسبی علم ہو گا وہ لازماً کسی طریقہ سے حاصل ہو گا جس کی اتباع لازم ہے۔ امام کے اس نظریہ سے معلوم ہوا کہ علم کے طریقوں کا تعلق صرف دوسری قسم کے ساتھ ہے پھر ان کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ غور و فکر اور استدلال و تدبر کے طریقے جن کا تعلق کوشش و طلب کے ساتھ ہے۔

[28] :Mafātīḥ al-Ghayb 7:148
[29] :Mafātīḥ al-Ghayb 7:148
[30] :Mafātīḥ al-Ghayb 15:109

ریاضت و مجاہدہ کے طریقے۔ یہ انسانی عقل و خیال اور قوائے حسیہ کو کمزور کر دیتے ہیں کیونکہ ان میں جوہرِ عقل کو مسلسل انوار الٰہیہ کی بارگاہ میں رہنا ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کو اس دوران جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ بغیر کوشش و طلب، انہی کو اصطلاح میں علوم لدنیہ کہا جاتا ہے۔ [31]

امام رازیؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علم کسبی ہی دراصل علم ہے کیونکہ اس میں انسان کو محنت کرنا پڑتی ہے جب تک طالب علم محنت کا عادی نہیں بنے گا علوم کثیرہ کا حصول ممکن نہیں ہو گا۔ آج کا طالب علم جس قدر سستی کی چادر اوڑھے ہے وہ نہ تو علوم کسبیہ حاصل کر پاتا ہے اور رب کی ناراضگی کے جن امور کو اپنائے ہوئے دل و دماغ کو سیاہ کر بیٹھتا ہے ایسے میں علم لدنی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

11. عصر امام رازی اور علوم:

جیسے کہ ہم ابتداءً ذکر کر چکے ہیں کہ امام رازیؒ کا زمانہ علوم و فنون کی ترقی کا دور تھا آپ کا شہر علم کا مرکز شمار ہوتا تھا شاہان وقت بھی علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے یہاں تک کہ علم کی محبت نے بعض خلفاء کو راویان حدیث کی صف میں لا کھڑا کیا، آپ کے زمانے کے وزراء میں سے یحیٰ بن ھبیرہ عباسی وزیر نے جو کہ 560ھ میں فوت ہوئے، علم و علماء کی بہت خدمت کی اور متعدد علوم میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ غیاث الدین غوری بھی انہی خادمین علم و علماء میں سے ایک ہیں اس نیک طینت شخص نے خود امام رازی کو ہرات میں تعلیمی ادارہ قائم کر کے دیا[32]

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ علم کی ترویج و اشاعت کے لئے لازمی امور بجٹ، اداروں اور لائبریریوں کا قیام، اہل علم اور اساتذہ کے معقول وظائف مقرر کرنے جیسے تمام ضروری امور پر ماضی کی مسلمان حکومتوں نے مکمل دھیان دیا لیکن آج ہم اس کو قصہ ماضی کے طور پر محض کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں عملاً ان نعمتوں سے محروم ہو چکے ہیں کیوں ہماری حکومتی کاوشیں ماضی کے مقابلے نہ ہونے کے برابر ہیں جہاں دن رات اہل علم کو علمی مجالس اور کانفرنسز اور سیمینارز میسر تھے جبکہ آج یہ کام سالانہ بنیادوں پر پہنچ چکا ہے۔ امام رازی کے زمانے کی یہ مثالیں ہمیں اعلیٰ تعلیمی سطح کو سمجھنے اور اس کے لئے لائحہ عمل طے کرنے کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

12. علم کے لئے آسانے کے طریقوں کا استعمال:

امام رازیؒ بذات خود اپنی تفسیر میں اپنے آپ کو ایک استاذ کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں آپ کی پوری تفسیر ایسے اُمور و مباحث سے بھری پڑی جن سے طلبہ کو علم کی طلب پر آکسانے اور ابھارنے کے گُر شامل ہیں اُن میں سے ایک اقتباس یہاں شامل کرتے ہیں کہ آپ کا انداز بحث کیسا تھا: "امام رازی لکھتے ہیں کہ انسان منی اور طمث سے بنا ہے۔ جو کہ دونوں خون سے بنتے ہیں اور خون غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں یا تو حیوانی (گوشت) ہوں گی یا نباتاتی (سبزیاں) اگر نباتاتی ہوں تو انسان نباتاتی غذاؤں سے بنا ہے جو کہ مٹی سے اُگتی ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ انسان مٹی سے بنا ہے "[33]

---

[31] :Mafātīḥ al-Ghayb 11:150

[32]:Abn-al-Athir, Izzuddin, Alkamil fil-Tareekh, Dar-al-Tabah al-Muniriyah Al-Qahira 12:182

[33] :Mafātīḥ al-Ghayb 12:480

امام رازی کا ایسا طریق تعلیم و استدلال یقیناً طالب علم کے لئے نئی راہیں روشن کرتا ہے خاص کر اگر اس کو ہم میڈیکل کے طالب علم کے لحاظ سے دیکھیں تو یہ ایک نفع بخش بحث ہے۔

13. زبان پر دسترس:

قرآنی منہج کے مطابق انسان کی تعلیم بولنے کے سلیقے سکھانے سے شروع ہوتی ہے اور ثریا تک کھوج لگانے پہ ختم ہوتی ہے۔ زبان کے علم کو قرآنی منہج میں تجوید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کسی بھی علم کو سیکھنے کے لئے زبان پر عبور ہونا انتہائی ضروری ہے۔ زبان و لغت کو بنیادی آلہ حصول علم گردانا جاتا ہے امام رازی بھی اسی موقف کے حامی ہیں لکھتے ہیں: "کہ اللہ حکیم و مدبر نے اس زبان سیکھنے کو اور مخارج کی درستگی کو لازم ٹھہرایا۔ پھر اس کے بولنے اور کلام کرنے میں جو حکمتیں اور راز پنہاں رکھے عقل اس کو سمجھنے سے عاجز ہے"۔[34]

امام رازی کا موقف یہ ہے کہ ابتدائی کلاسوں میں طالب علم لغت و زبان سیکھنے کے مرحلے میں ہوتا ہے لہذا اس کے سامنے فصیح و بلیغ جملے بولے جائیں تاکہ وہ انہیں سن کر خوبصورت زبان سیکھ سکے۔ اس موقع پر جہاں زبان سیکھنے کی اہمیت کو واضح کیا وہاں اساتذہ کے لئے لازم قرار دیا کہ ان کی اپنی زبان انتہائی فصیح و بلیغ ہونی چاہیے اور انہیں زبان پر کامل دسترس ہو تاکہ وہ طلبہ کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

14. عزت نفس کا لحاظ:

عزت نفس و احترام آدمیت کا لحاظ تعلیمی عمل کا ایک لازمی جزو ہے۔ جدید نظام تعلیم میں طلبہ سے سزا کے عمل کو اسی بنیاد پر ممنوع قرار دیا گیا کیونکہ سزا سے نہ صرف عزت نفس مجروح ہوتی ہے بلکہ طالب علم کے لئے حصول علم کے راستے بھی مسدود کر دیتی ہے۔ امام رازیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کو تعلیم دینے کا الٰہی منہج اُس کی تکریم و تعظیم کے ساتھ ہے کیونکہ انسان دنیا کے اندر اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا دل معرفت الٰہی سے روشن ہے، اس کی زبان کو ذکر الٰہی کا شرف حاصل ہے، اور اس کے اعضاء و جوراح اللہ تعالی کی اطاعت کی بنیاد پر قابل تکریم ہیں۔ جب انسان کو یہ باور کروادیا کہ وہ مکرم و محترم ہے تو یہ بھی بتادیا کہ وہ ذات خود اکرم ہے لہذا پہلی وحی میں ارشاد فرمایا﴿ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾[35] بقول امام رازیؒ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کے ساتھ اللہ تعالی کے فضل و احسان کی انتہا نہیں جس نے اس کی تعلیم کے لئے اتنا خوبصورت منہج اختیار فرمایا۔ اس بحث سے پتہ چلا کہ امام رازیؒ دوران تعلیم و تعلم دوطرفہ عزت و تکریم کے قائل ہیں۔[36]

انسان عقل و فکر کی بنیاد پر ہی مقام و مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ امام رازی کے بقول انسان عقل و فکر کی بنیاد پر ہی تمیز پاتا ہے جس سے وہ حق و باطل اور خیر و شر میں فرق کر پاتا ہے۔

---

[34] :Mafātīḥ al-Ghayb 1:39
[35] Al-Quran, 96:4
[36] :Mafātīḥ al-Ghayb 21:374

﴿ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ﴾[37] بیان کردہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"کہ جب انسان علم و عمل جیسے اخلاق حمیدہ اور امور فضیلت میں اپنے آپ کو مشغول نہیں کرتا تو بہت بڑی گمراہی میں گھر جاتا ہے۔اس آیت کا مصداق یہی لوگ ہیں"۔[38]

15. مثالوں کا ذکر:

حصول علم کے لئے مثالوں کا تذکرہ انتہائی مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔امام رازی رقمطراز ہیں کہ جس عقل کو حصول علم و معرفت کے لئے اعانت کی ضرورت ہوتی ہے لہذا رب العزت نے اپنے منہج ربانی میں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا اور جابجا واضح مثالیں دے کر عقل کو تقویت پہنچائی تاکہ اس کے لئے علم کے ابواب کھل سکیں۔کیونکہ جب حس عقل کی مدد کرتی ہے تو فہم و ادراک اتم و اکمل ہو جاتے ہیں کیونکہ دقیق معانی کو سمجھنے کے لئے مثال کا ہونا ضروری ہے لہذا اللہ تعالیٰ اس منہج کو متعارف کروایا"۔[39]

16. تربیت اولاد اور علمی رہنمائی:

امام رازی نے تربیت اولاد کے ضمن میں اپنے بیٹے کی تربیت کے لئے لکھا کہ وہ میرے بیٹے ابو بکر کی تربیت میں بھرپور کوشش کرے کیونکہ وہ بہت ذہین و فطین ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو بھلائی عطا فرمائے گا۔[40]

آپ لکھتے ہیں کہ مخلوق کے مصالح دو طرح کے ہیں: جسمانی اور روحانی۔جسمانی مصلحتوں میں اشرف ترین کام ان کی بنیاد کو سنوارنا اور مزاج کو بہترین بنانا ہے جیسا کہ (يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ)[41] میں ذکر فرمایا اور روحانی مصلحتوں میں سب سے بلند درجہ علم کا ہے جس سے روح اجلے شیشے کی مانند ہو جاتی ہے اور اس کے لئے تمام موجودات واضح اور اُجلی ہو جاتی ہیں"۔[42]

17. نتائج وسفارشات:

دوران بحث ہم حسب ذیل نتائج پر پہنچے ہیں:

1. امام رازی کے نزدیک تعلیم و تربیت کی نمائندہ خصوصیات اسلامی تعلیم و تربیت کے اُصولوں میں پنہاں ہیں جو کہ امام رازی زمانہ میں ہر طرف رائج و معروف تھی۔امام رازی کے عہد میں اسلامی تعلیم وتربیت کا نظام بیرونی مداخلتوں سے یکسر محفوظ تھا بنسبت آج ہمارے نظام تعلیم کے کہ جس میں ہر تہذیب کو گھسنے کی کھلے عام اجازت ہی نہیں بلکہ ہمارے سسکیاں لیتے نصاب کو مکمل تہس نہس کرنے کی بھی اجازت ہے۔

---

[37] : Al-Quran,7:179
[38] :Mafātīḥ al-Ghayb15:411
[39] :Mafātīḥ al-Ghayb 7:137
[40] :Al-wafi 466
[41] : Al-Quran, 3:6
[42] :Mafātīḥ al-Ghayb 7:137

2. تفسیر رازی کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرون اُولیٰ میں مسلمانوں نے تعلیمی نصاب و نظام انتہائی مضبوط و مربوط رکھا۔ جس نے دنیا پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ آج کے دور میں مسلمانوں کی اسلامی نظام تعلیم سے دوری کی بناء پر ہمارا تعلیمی نظام مختلف تعلیمی افکار و نظریات اور دنیا بھر کے نصابوں کی تجربہ گاہ بنا ہُوا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ، اسٹیبلشمنٹ، منتظمین، معلمین و مربیین کا خود اسلامی نظام تعلیم سے ناواقف ہونا ہے۔ امام رازی کی فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو صرف اسلامی نظام ہی اپنانا چاہیے اسی میں ان کی ترقی و فلاح کا راز پنہاں ہے۔

3. امام رازی بذات خود اُن علماء و ماہرین علم میں سے ہیں جن کے شب و روز تعلیم و تعلم لیکچرز، دعوت و خطاب اور مناظرات و مناقشات میں بسر ہوتے تھے جس کے نتیجے میں اُن کی فکر سے اسلامی نظام تعلیم کی فہم کے بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اسلامی نظام تعلیم و تربیت عملی صورت کا نام ہے محض اوہام و خیالات اور نظریات کی لفّاظی کا نام نہیں کیونکہ عمل کے بغیر علم و دانش کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ ہی اہمیت و افادیت۔

4. امام رازی کی فکر کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی نصاب و نظام تعلیم نہ کبھی سقم و خرابی کا شکار ہوا نہ دیگر تہذیبوں کے نصابوں میں تحلیل ہوا بلکہ یہ دیگر افکار و نظریات کی تحلیل کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ نظام تعلیم کسی بھی نئی پیش آمدہ صورت حال سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے ضرورت صرف نئے پیش آمدہ مسائل کو روح اسلامی سے روشناس کروانے کی ہوتی ہے۔

5. امام رازی کے مطابق استاذ و مربی اپنی فکر کو غیر اسلامی فلسفوں اور موشگافیوں سے محفوظ رکھے کیونکہ اسلامی نظام و نصاب کے ہوتے ہوئے کسی اور نظام کی قطعی حاجت نہیں کیونکہ قرآنی و اسلامی نصاب تعلیم جسم و روح اور احساسات و جذبات کی بالیدگی کی ہر طرح کی غذا موجود ہے۔ جو کسی بھی نصاب کا لازمی جزو ہوتے ہیں۔

6. امام رازی کے نزدیک اسلامی الہٰی نظام تعلیم اور عمدہ نصاب کے بغیر وہ اخلاقی تربیت ناممکن ہے جو کسی بھی ملک یا قوم کی نہ صرف ترقی کی ضامن ہے بلکہ ہر طرح کی سیاسی، علمی، معاشی، معاشرتی تنزلی سے محفوظ بھی بناتے ہیں۔ خاندان اور خانگی نظام کا تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ہوتا ہے۔

7. تمام اسلامی ممالک کو تعلیم و تربیت ایک کا یکساں اور جامع نصاب مرتب کرنا چاہیے۔ جو کہ دنیا کی ہر اُس زبان میں دستیاب ہو جہاں مسلمان بستے ہیں۔ جس کے لئے ایک جامع منصوبہ بندی اور بین الاقوامی فکری ہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے جس میں تعلیمی وزارتیں اور اعلیٰ تعلیم کی تنظیمات و ادارے اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔